قسط (۱۷)

احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

مولانا محمد تقی صاحب امینی، ناظمِ دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

• گذشتہ سے پیوستہ •

گداگری پر پابندی لگائی | (۶۸) حضرت عمرؓ نے گداگری پر پابندی لگائی، چنانچہ ایک سائل آپ کے سامنے سے گذرا، جس کی جھولی غلہ سے بھری ہوئی تھی آپ نے اس کو اونٹوں کے آگے بکھیر دیا اور فرمایا:

الآن سل ما بدا لك [1] — اب سوال کر جو تجھے میسر آجائے۔

عول کا مسئلہ ایجاد کیا | (۶۹) حضرت عمرؓ نے فرائض میں عول کا مسئلہ ایجاد کیا:

اول من حکم بالعول عمر [2] — عمرؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے عول کا حکم دیا۔

ایک ایسی صورت پیش آئی جس میں حصوں کا مخرج ناکافی ہوا۔ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا: تو حضرت عباسؓ نے عول کی رائے دی۔

حکومت کے افراد اور رعایا کے ساتھ ترجیحی سلوک روا نہیں رکھا | (۷۰) حضرت عمرؓ نے حکومت کے ذمہ رعایا کی کفالت لازم کی اور کسی قسم کا ترجیحی سلوک روا نہیں رکھا، چنانچہ ایک موقع پر فرمایا:

انما مثلنا کمثل قوم سافروا فدفعوا نفقاتھم الی رجل منھم فقالوا — ہماری مثال اور قوم کی مثال ایسی ہے جیسے لوگوں نے سفر کیا اور اپنے "نفقات" اپنے میں سے

---

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثامن والثلثون ص ۹۵ [2] شریفیہ باب العول ص ۹۵

لہ انفق علینا فہل لہ ان یستأثر علیہم بشئ قال لا۔ [۱]	کسی آدمی کے حوالہ کردئے اور کہا کہ ہمارے اوپر خرچ کرو۔ کیا ایسی صورت میں ان کے ساتھ کسی قسم کا ترجیحی سلوک روا ہوسکتا ہے، لوگوں نے جواب دیا نہیں۔

دوسرے الفاظ یہ ہیں :۔

قال عمر ما مثلی ومثل ہؤلاء الا کقوم سافروا فدفعوا نفقاتہم الی رجل منہم فقالوا لہ انفق علینا فہل لہ ان یستأثر منہا بشئ قالوا لا یا امیر المؤمنین [۲]	عمرؓ نے کہا کہ میری مثال اور لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے قوم نے سفر کیا اور اپنے نفقات اپنے ہی میں کسی آدمی کے یہ کہہ کر حوالہ کردیا کہ ہمارے اوپر خرچ کرتے رہو کیا ایسی صورت میں کسی کے ساتھ ترجیح درست ہے لوگوں نے کہا نہیں اے امیر المؤمنین۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے حکومت کے افراد اور پبلک کسی کے ساتھ ترجیحی سلوک جائز نہیں رکھا۔ چنانچہ آپ نے نہایت صفائی کے ساتھ حکومت کی حیثیت واضح کی :

فان اللہ جعلنی خازنا وقاسما [۳]	مجھ کو اللہ نے خازن اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے

لوگوں کے افلاس واحتیاج کے اندیشہ سے مفتوحہ آراضی کی تنظیم وتقسیم میں یہ کہہ کر بنیادی تبدیلی کی۔

لولا انی اترک الناس ببانا لا شئ علیہم ما فتحت قریۃ الا قسمتہا کما قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر [۴]	اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ محتاج رہ جائیں گے تو میں ہر مفتوحہ بستی کو تقسیم کردیتا جیسا کہ رسول اللہؐ نے خیبر کو تقسیم کیا تھا۔

ہر قسم کے امتیازات ختم کرکے چرواہے کو بھی اسی طرح مستحق ٹھہرایا جس طرح دوسرے ہوتے ہیں :

واللہ لئن بقیت لہم لیاتین الراعی	خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو ایسی حالت کردوں گا کہ

---

[۱] و [۲] تاریخ عمر ابن الجوزی الباب التاسع والثلثون ص۱۰۲،۱۰۳ ۔ [۳] ایضاً ص۱۰۱

[۴] ایضاً الباب السابع والثلثون ص۹۳

یحمل صنعا و حظه من هذا المال — ایک چرواہا صنعا پہاڑی پر بکریاں چرا رہا ہوگا
وھو یرعی مکانه [1] — اور اس کا حصہ اس مال میں ہوگا۔

عورت اس وقت کے معاشرہ میں کس قدر پست تھی، پھر کاشتکار کی بیوہ عورت کہ جس کی زندگی کا سہاگ لٹ چکا ہے۔ اس کے لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا:

لئن بقیت لا دعن اهل العراق — اگر میں زندہ رہا تو عراق کی بیواؤں کو ایسا
لا یحتجن الی احد بعدی [2] — بنا دوں گا کہ وہ میرے بعد کسی کی محتاج نہ رہیں گی۔

حضرت عمرؓ کا عام اعلان یہ تھا:

لیس لاحد الا له فی هذا المال حق [3] — کوئی ایسا نہیں ہے جس کا اس مال میں حق نہ ہو۔

ایک اور موقع پر فرمایا:

انا واللہ ما وجدنا لهذا المال سبیلا — خدا کی قسم ہم کو اس مال میں کوئی راستہ نہیں نظر
الا ان یوخذ من حق فیوضع فی حق — آرہا ہے، سوائے اس کے کہ حق کی وجہ سے لیا جائے
ولا یمنع من حق [4] — اور حق کو دیا جائے اور کسی کا حق نہ روکا جائے۔

حکومت کی طرح رعایا بھی کفالت کی ذمہ دار تھی — جس طرح حکومت رعایا کی ذمہ دار تھی اسی طرح رعایا کو ایک دوسرے کی کفالت کا حکم تھا۔ چنانچہ:

"ایک پیاسے شخص کو کسی نے پانی نہیں دیا اور وہ پیاس کی وجہ سے مر گیا تو حضرت عمرؓ نے خون کی قیمت لازم کی:

فاغرمهم عمر بن الخطاب دیته [5] — حضرت عمرؓ نے ان پر دیت لازم کی۔

اسی طرح مکہ میں ایک دعوت کے موقع پر خدام کھانے میں شریک ہوئے تو آپ نے پوچھا:

مالی اری خدا مکم لا یاکلون — کیا بات ہے کہ ہم خدام کو کھانے میں شریک نہیں
معکم اترغبون عنهم — دیکھ رہے ہیں کیا تم لوگ ان سے اعراض کرتے ہو۔

---

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب التاسع والثلثون صہ ۱۰۱ ۔ [2] الخراج صہ ۴۲ و تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الحادی الاربعون ۱۲۹
[3] کتاب الاموال صہ ۲۳۳ ۔ [4] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب التاسع والثلثون صہ ۱۰۵ ۔
[5] ایضا الباب الثامن والثلثون صہ ۹۹ والخراج لیحیی صہ ۱۱۱

صاحبِ خانہ نے جواب دیا:-

ولکنا نستاثر علیھم — ہم اپنے کو ان پر ترجیح دیتے ہیں۔

اس پر حضرت عمرؓ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:

فالقوم یستاثرون علی خدامھم — اس قوم کا کیا حال ہوگا جس نے اپنے کو خدام پر ترجیح دی۔

پھر خادموں کو کھانے کا حکم دیا اور خود نہیں کھایا:

ثم قال للخدام اجلسوا فکلوا فقعد الخدام یاکلون ولم یاکل امیر المومنین [1] — پھر خادموں سے کہا کہ بیٹھو اور کھاؤ خادم کھانے لگے اور امیر المومنین نے نہیں کھایا۔

ان واقعات میں کس قدر عبرت و بصیرت ہے ہم لوگ اسلامی نظامِ حیات و اسلامی حکومت کے داعی ہیں لیکن معاشرتی امتیازات اور احتیاج کو دور کرنے کے لئے عملاً کوئی جدوجہد نہیں کر رہے ہیں۔ جب تک خود کی زندگی سے یہ امتیازات ختم نہ ہوں دوسروں کو نصیحت کرنے اور کتابیں لکھ دینے سے کام نہیں چلتا۔

حکومتی طبقہ کے لئے متوسط درجہ کی زندگی کا معیار پیش کیا

(۷) حضرت عمرؓ نے عام حالات میں حکومتی طبقہ کے لئے متوسط درجہ کی زندگی کا معیار پیش کیا:

قوتی وقوت اھلی کقوت رجل من قریش لیس باغناھم ولا بافقرھم [2] — میری اور میرے اہل کی روزی اس قدر ہے جتنی کہ قریش کے متوسط درجہ شخص کی ہوتی ہے جو نہ زیادہ مالدار ہو اور نہ زیادہ مفلس ہو۔

اور خاص حالات میں جب تک دوسروں کے لئے ضروریاتِ زندگی کی فراہمی نہ ہو جائے اس معیار کو بھی گوارہ نہیں کیا۔ چنانچہ قحط کے زمانہ میں گھی اور دودھ وغیرہ کا استعمال ترک کر دیا اور وہی غذا استعمال کرنے لگے جو عام لوگوں کو ملتی تھی، عیاض بن خلیفہ کہتے ہیں:

رأیت عمر عام الرمادۃ وھو اسود اللون ولقد کان ابیضا کان رجلا عربیا یاکل السمن — میں نے عمرؓ کو قحط کے سال سیاہ رنگ کا دیکھا حالانکہ ان کا رنگ سفید تھا وہ عربی النسل تھے

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثامن والثلثون ص۹۶۔ [2] ایضاً الباب التاسع والثلثون ص۱۰۳

واللبن فلما امحل الناس حرمها فاكل الزيت حتى غير لونه وجاع فاكثر[1]

دودھ کھانے والے مرد تھے، لیکن جب لوگ قحط سے دوچار ہوئے تو ان دونوں کو حرام کرلیا اور زیتون کا تیل کھانے لگے یہانتک کہ اُن کا رنگ متغیر ہوگیا اور بہت بھوکے رہنے لگے۔

یزیدؓ بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

كنا نقول لولم يرفع الله عام الرمادة لظننا ان عمر يموت هما بامر المسلمين[2]

ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر قحط سالی دُور نہ ہوئی تو قوی اندیشہ ہے کہ مسلمانوں کے غم میں عمرؓ مرجائیں گے۔

اصل بنیاد اللہ سے تعلق اور اس سے جواب دہی کے تصور پر ہے

دراصل اللہ سے تعلق اور اس کے سامنے جواب دہی کا تصور گوشۂ تنہائی میں بھی خلیفۃ المسلمینؓ کو "جو" کے سوکھے ٹکڑے کھانے سے روکے رکھتا تھا کہ قیامت کے دن کہیں اس کے متعلق باز پرس نہ ہو جائے۔ یہی تعلق و تصور اسلامی نظامِ حیات کی اصل بنیاد ہے کہ جس کے بغیر قانون اور وضعِ قانون میں کوئی جاذبیت پیدا ہوتی ہے اور نہ حالات و زمانہ کی رعایت نتیجہ خیز بنتی ہے۔

بدقسمتی سے جن ممالک میں تبدیلیاں کی جارہی ہیں ان میں یہ تصور و تعلق مغلوب ہے جس کی وجہ سے اسلا کاز کو زیادہ تقویت نہیں حاصل ہو رہی ہے بلکہ بسا اوقات اُلٹا نقصان پہونچ رہا ہے۔ اور جن ممالک میں جمود ط طاری ہے اور تبدیلیوں کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے وہ بس اتنے ہی حصہ پر عمل کر رہے ہیں جتنے پر عمل کر نے کے لئے حالات و زمانہ اجازت دیتے ہیں، اس طرح حالات و زمانہ کے آگے سب کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں انداز مختلف ہے ایک طبقہ کا انداز مدافعانہ ہے اور دوسرے کا انداز جارحانہ ہے۔ ایک نے اپنی چیزیں ترک کرکے نیازمندی کی گردن جھکائی ہے اور دوسرے نے غیر کی چیزیں قبول کرکے گردن جھکائی ہے۔

تصور و تعلق کے ساتھ حالات و زمانہ کی رعایت ہے

ہمارے پیشِ نظر اس تصور و تعلق کے ساتھ حالات و زمانہ کی رعایت ہے۔ اگر ایسا تو بعض مسلم ممالک کی تبدیلیوں کو ہم کافی سمجھتے اور نئے اندازے اس کی طرف د

---

[1] و [2] الباب الثالث والثلثون ص۹۹ ۔

دینے کی ضرورت نہ سمجھتے۔

دعوت سے مقصود حفاظتِ دین و اقامتِ دین ہے اور مطلوب شرعی احکام میں حالات و زمانہ کی رعایت ہے۔ اگر جواب دہی کا تصور اور تعلق باللہ کا جذبہ سرد پڑ گیا تو یہ مقصود و مطلوب دونوں فوت ہو جائیں گے اور حالات و زمانہ کی رعایت میں کچھ شرعی احکام رہ جائیں گے۔ خوب سمجھ لینا چاہئے دو صورتیں ہیں (۱) احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت اور (۲) حالات و زمانہ کی رعایت میں شرعی احکام" پہلی صورت میں فطرت کی جہاں بینی ہے۔ اور دوسری میں کسی "جمشید" کا ساغر بنتا ہے۔

پہلی میں اصل شرعی احکام ہیں اور دوسری میں اصل حالات و زمانہ کی رعایت ہے۔ عمل سب کا چار و ناچار دوسری صورت پر ہے اور دعوت سب کے لئے مردانہ وار پہلی صورت کی ہے، نہ جماعت سازی کی خواہش ہے اور نہ لیڈر شپ کا حوصلہ ہے' بس کام پیشِ نظر ہے جس کو موجودہ نسل نے نہ کیا تو آنے والی نسل یقیناً کرے گی۔ اب تک اس سلسلہ میں جو کام ہو رہا ہے' اس کے کرنے اور کرانے والے بالعموم وہی ہیں جن کی چولیں ڈھیلی کر دی گئی ہیں یا خود بخود ڈھیلی ہو گئی ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ شرعی احکام مقصود نہ رہے بلکہ حالات و زمانہ کی رعایت مقصود بن گئی۔

اس بنا پر ضروری ہے کہ کام کے لئے (اگر کرنا چاہیں) کھلے ذہن و دماغ کے ساتھ وہ اہلِ علم حضرات سامنے آئیں جو صاحبِ عزیمت ہوں اور صورت و سیرت ہر لحاظ سے شارعؑ کے "امین" ہوں۔ جنھیں اللہ اور اس کے بندوں سے محبت ہو اور جو جواب دہی کے تصور سے لرزتے ہوں۔

رہنمائی کے لئے صحابۂ کرامؓ اور فقہائے عظام کی زندگیاں موجود ہیں کہ یہ حضرات ایک طرف عبادت و ریاضت اور صاحبِ عزیمت ہونے میں یکتا تھے تو دوسری طرف اللہ کے لئے اس کے بندوں سے محبت میں یگانہ تھے۔ ایک طرف اپنی زندگی میں نہایت متشدد تھے تو دوسری طرف اللہ کے بندوں کے لئے شریعت کو آسان بنانے میں نہایت فراخ حوصلہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی رعایت میں جاذبیت اور نتیجہ خیزی دونوں موجود ہیں۔

اب تو پہلے زندگی سے مذہبی چولیں ڈھیلی ہوتی ہیں پھر آزادی و بے باکی کے ساتھ حالات و زمانہ کی رعایت

کی تلقین کی جاتی ہے یا خود کے لئے ہر قسم کی سہولت نکل آتی ہے اور اللہ کے بندوں کے لیے معمولی رعایت بھی گوارہ نہیں ہوتی ہے۔

یہ افراط و تفریط کی راہیں مذہبی کاز کو سخت نقصان پہونچا رہی ہیں، پہلی راہ میں صرف "رعایت" باقی رہ گئی ہے اور شرعی احکام "پنڈنگ" میں پڑ گئے ہیں اور دوسری میں مذہب کے نام پر لوگ عیش کر رہے ہیں اور رحمۃ للعالمین کی اُمت موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔

اہل و عیال کے ساتھ خصوصی رعایت گوارہ نہیں کی

(۷۲) حضرت عمرؓ نے اپنے اہل و عیال کے لئے بھی خصوصی رعایت گوارہ نہیں کی۔ ایک مرتبہ بیوی نے (غالباً قحط کے زمانہ میں) گھی خریدا تو پوچھا یہ کیسے خریدا ہے جواب دیا: آپ کی تنخواہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے میں نے اپنی ذاتی رقم سے خریدا ہے۔ فرمایا:

لیس انا بذائقہ حتی	میں اس کو اُس وقت تک نہ چکھوں گا جب تک
یحیی الناس [1]	لوگوں کو زندگی نہ حاصل ہو۔

آپ نے گھی اور چکنائی والی چیزوں کو اس وقت تک نہیں استعمال کیا جب تک کہ دوسرے لوگ نہیں کھانے لگے:

اجدب الناس علی عہد عمر فما اکل	عمرؓ کے زمانہ میں قحط پڑا تو انھوں نے گھی اور گھی کی بنی
سمناً ولا سمیناً حتی اکل الناس [2]	چیزیں چھوڑ دیں یہاں تک کہ لوگ کھانے لگے۔

اسی زمانہ میں ایک مرتبہ اپنے بچہ کے ہاتھ میں "تربوز" دیکھا تو کہا کہ:

بخ بخ یا ابن امیر المؤمنین تاکل	تم امیر المومنین کے صاحبزادہ ہو کر پھل کھا رہے ہو
الفاکھۃ وامۃ محمد ھزلی	اور محمدؐ کی امت نحیف و لاغر ہو رہی ہے۔

بچہ روتا ہوا بھاگا۔ لوگوں نے کہا کہ اس نے پیسہ سے نہیں خریدا ہے بلکہ

اشتراھا بکف من نواۃ [3]	کھجور کی گٹھلیاں دے کر خریدا ہے۔

اسی طرح مدینہ کی گلی میں ایک چھوٹی بچی کو گرتی پڑتی دیکھ کر فرمایا:

یا ویحھا یا بؤسھا	ہائے افسوس ہائے فاقہ کی تکلیف

---

[1] و [2] تاریخ عمرؓ لابن الجوزی الباب الثالث والثلثون ص۸۰۔ [3] ایضاً ص۷۹

پوچھا اس کو کوئی پہچانتا ہے؟ صاحبزادہ نے جواب دیا آپ اس کو نہیں جانتے ہیں؟ یہ تو آپ کی پوتی ہے؟ میری کون سی پوتی؟ عبداللہ نے کہا یہ میری بیٹی ہے جس کا فلاں نام ہے۔ پھر پوچھا اس کا یہ حال کیوں ہو رہا ہے؟ جواب دیا۔ جب آپ کچھ دیتے ہی نہیں ہیں تو یہ حال کیوں نہ ہو؟ فرمایا میں تو کچھ نہیں دیتا ہوں لیکن تم دوسروں کی طرح کیوں محنت و مشقت نہیں کرتے ہو؟ پھر قسم کھا کر فرمایا:

انہ واللہ مالک عندی غیر سہمک	خدا کی قسم میرے پاس تمہارا اتنا ہی حصہ ہے جتنا
فی المسلمین وسعک او عجز عنک	دوسرے مسلمانوں کا ہے اس میں تمہیں وسعت ہو یا
هذا کتاب اللہ بینی وبینکم	تنگی ہو میرے اور تمہارے درمیان اللہ کا یہی فیصلہ ہے

صاحبزادوں بلکہ معمولی ملازمین کے لڑکوں کو قانونی وغیر قانونی کس قدر آزادی و چھوٹ ملتی ہے؟ لیکن خلیفۃ المسلمین کے گھر کے بچے فاقہ سے چور ہو رہے ہیں اور خلیفہ جواب دیتا ہے کہ "اللہ کا یہی فیصلہ ہے"

مکتبِ عشق کا دستور ہی نرالا ہے جس کو جتنا زیادہ سبق یاد ہوتا ہے اس کو اتنی ہی دیر میں چھٹی ملتی ہے۔

عملاً معاشرتی امتیازات کو ختم کیا (۷۳) حضرت عمرؓ نے میل جول و ملاقات میں معاشرتی امتیازات کو ختم کیا اور صورت یہ اختیار کی کہ رؤسا کو ثانوی حیثیت دی اور جن کو وہ کمتر سمجھتے تھے ان کو درجۂ اول پر رکھا۔

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس سہیلؓ بن عمرو۔ حارثؓ بن ہشام۔ ابوسفیانؓ بن حرب اور قریش کے دوسرے رؤسا حاضر ہوئے۔ صہیبؓ۔ بلالؓ اور دوسرے آزاد شدہ غلام بھی آئے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے ثانی الذکر کو اجازت دی اور اول الذکر کو چھوڑ دیا اس پر ابوسفیانؓ نے کہا:

لم ار کالیوم قط یاذن لھؤلاء العبید	ایسا میں نے کبھی نہیں دیکھا ان غلاموں کو اجازت ملتی ہے
ویترکنا علی بابہ لا یلتفت الینا۔	اور ہم دروازہ پر کھڑے رہتے ہیں ہماری طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی

سہیلؓ زیادہ سمجھدار تھے انھوں نے جواب دیا:

ایھا القوم انی واللہ لقد اری	اے لوگو! میں تمہارے چہروں کی ناگواری دیکھ رہا ہوں
الذی فی وجوھکم ان کنتم غضابا	اگر تم غصہ کرتے ہو تو اپنے اوپر غصہ کرو۔ قوم کو دعوت
فاغضبوا علی انفسکم دعی القوم ودعیتم	دی گئی اور تمہیں بھی دی گئی لیکن قوم نے قبول کرنے میں

فاسرعوا وابطأتم فكيف	جلدی کی اور تم لوگوں نے دیر کی۔ اُس وقت تمہارا
بكم اذا دعا يوم القيامة	کیا حال ہوگا جبکہ قیامت کے دن تم بلائے جاؤ گے
وتركتم۔[1]	اور تم چھوڑ دیئے جاؤگے۔

معاشرتی اونچ نیچ۔ ذات پات۔ حسب و نسب اور معیارِ زندگی کے بتوں کو توڑنے کے لئے ایک صورت تو یہ ہے کہ قانون بنا دیا جائے اور وقتاً فوقتاً جمہوریت و مساوات پر عام مجمع کو خطاب کر دیا جایا کرے اس کا جتنا اثر ظاہر ہو رہا ہے وہ دنیا کے سامنے ہے۔ لیکن دوسری صورت یہ ہے کہ قانون کے ساتھ میل جول و ملاقات وغیرہ میں عملاً ان امتیازات کو ختم کیا جائے اور گھریلو و بیرونی زندگی میں ایسی تدابیر اختیار کی جائیں جن کے ذریعہ پست و بالا دونوں محسوس کرنے لگیں کہ اس نظام میں خودساختہ بلندیوں اور پستیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کا جتنا اثر پہلے اور اب ظاہر ہو رہا ہے وہ بھی دنیا کے سامنے ہے۔

معاشرہ میں جب معمولی فساد ہو تو اصلاح کی معمولی تدبیروں سے کام چل جاتا ہے لیکن جب یہ فساد قوم کے زعماء اور ملت کے رہنماء تک میں سرایت کر گیا ہو تو اس کی اصلاح کے لئے منتخب قسم کے انقلابی قوانین کی ضرورت ہے۔ اور مساوات و اعتدال پیدا کرنے کے لئے پست کو بلند و بلند کو پست بنائے بغیر چارہ نہیں ہے۔

دنیوی جاہ و حشمت اور عہدہ و ملازمت کے آگے جھکنا زندگی کا لازمہ بن گیا ہے۔ جو لوگ دنیادار کے نام سے مشہور ہیں اُن کا جھکنا زیادہ تعجب کی بات نہیں ہے لیکن جن کو مذہب کی بدولت اقتدار و اعزاز حاصل ہو ان کے لئے حد درجہ شرم کی بات ہے کہ میل جول و ملاقات وغیرہ میں امتیازی روش اختیار کریں۔

یاد رکھئے جن تاویل و توجیہ کے ذریعہ "امتیاز" کو ہم فروغ دے رہے ہیں وہ احکم الحاکمین کی نظروں سے پوشیدہ ہوتیں دنیا کی نظروں سے بھی پوشیدہ نہیں ہیں اور انھیں کے لحاظ سے ہمارا مقام و منصب متعین ہے۔

بلا وجہ حج میں تاخیر کرنے والوں کا اسلام غیر معتبر قرار دیا	(۴۷) حضرت عمرؓ نے حج میں بلا وجہ تاخیر کرنے والوں کے اسلام کو غیر معتبر قرار دے اور غیر مسلموں کی طرح جزیہ مقرر کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ :-

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلثون ص۸۳ ۔

ان عمر بن الخطاب قال لقد هممت ان
ابعث الی الانصار فلا یوجد رجل
قد بلغ سنا وله سعة لم یحج الا ضربت
علیه الجزیة واللّٰه ما اولئك بمسلمین
واللّٰه ما اولئك بمسلمین [1]

حضرت عمرؓ نے کہا میرا ارادہ ہے کہ کسی کو انصار
کے پاس بھیجوں اور ہر اُس شخص پر جزیہ مقرر کروں
جو سن اور وسعت کے باوجود حج نہ کرتا ہو،
خدا کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں خدا کی قسم
یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔

حج ایک مقدس فریضہ ہے جس کے ذریعہ (قطع نظر اور فوائد) اسلام انسان کی نفسی و ذہنی زندگی میں خاص قسم کی تبدیلی کرنا چاہتا ہے۔ انتہائی مجبوری و ناگزیر حالت میں حجِ بدل کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر تبدیلی کی صورت نہیں بنتی ہے تو کم سے کم فرض ہی ذمہ سے ساقط ہو جائے۔ اور دوسرا شخص اس کے ذریعہ اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کرلے، لیکن اب حجِ بدل فیشن و پیشہ بنتا جا رہا ہے۔ سرمایہ دار محض عیش کی خاطر حج سے گھبراتا ہے اور کثیر رقم اس کام کے لئے علیحدہ کر لیتا ہے پھر جب کوئی معتبر پیشہ ور مل جاتا ہے تو رقم حوالہ کر کے اس کو حج کے لئے بھیج دیتا ہے جس کی ایک مقدار سفرِ حج پر خرچ ہوتی ہے اور بقیہ رقم اپنے تصرف میں آجاتی ہے۔

اسی طرح اسلام نے غرباء و فقراء کی امداد میں جو "حج" رکھا ہے اس کی جگہ حج نفلی کا رواج ہو رہا ہے جس کی موجودہ افلاس کی حالت میں شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مذہبی لوگوں کے ہاتھ سے مذہب کے نام پر مذہب کے کام میں جو زیادتیاں ہو رہی ہیں اگر ان کے سدباب کی کوشش نہ کی گئی تو مذہب اپنی جاذبیت و کشش کھو دے گا پھر جو توقعات مذہب سے وابستہ ہیں وہ ختم ہو کر رہ جائیں گی۔

ناجائز بچہ کی پرورش کا بندوبست کیا

(۷۵) حضرت عمرؓ نے سرکاری خزانہ سے ناجائز بچہ کی پرورش کا انتظام کیا۔

فدفع الصبی الی امرأة وقال لها قومی بشانه وخذی منا نفقته [2]

بچہ کو ایک عورت کے سپرد کیا اور کہا کہ اس کا
انتظام کرو اور خرچ ہم سے لو۔

صورت یہ ہوئی کہ ایک دن حضرت عمرؓ کو راستہ میں پڑی نوجوان لاش کی اطلاع ملی قاتل کا پتہ لگانے کے باوجود نہ چل سکا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد اسی جگہ بچہ پڑا ہوا ملا۔ بچہ کو ایک عورت کے سپرد کر دیا اور کہا کہ جو عورت اسکو

---

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلثون ص۱۰۶ ۔ [2] ایضاً ص۶۲

پیار کرے، اپنے سینہ سے لگائے فوراً مجھے خبر کرنا۔ جب بچہ کچھ بڑا ہوا تو عورت سے ایک لونڈی نے آکر کہا کہ میری مالکہ بچہ کو دیکھنے کے لئے منگا رہی ہے ابھی واپس کر دے گی۔ عورت نے کہا کہ بچہ کو لے جاؤ لیکن میں بھی ساتھ چلونگی۔ چنانچہ بچہ کو مالکہ کے پاس لے گئی تو اس نے دیکھتے ہی پیار کرنا اور سینہ سے لگانا شروع کر دیا وہ مالکہ رسول اللہؐ کے صحابیؓ انصاری کی لڑکی تھی، حضرت عمرؓ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً تلوار لے کر اس کے گھر پہونچے اور دروازہ پر بیٹھے ہوئے بوڑھے باپ سے پوچھا:

ما فعلت ابنتك فلانة	تمھاری فلانہ بیٹی کیسی ہے؟

باپ نے جواب دیا:-

یا امیر المؤمنین جزاها الله	اے امیر المومنین اللہ اس کو جزائے خیر دے
خیرا هی من اعرف الناس	وہ اللہ کے حقوق کو خوب پہچانتی ہے اپنے باپ
بحق الله تعالی وحق ابیها وصلاتها	کا حق ادا کرتی ہے۔ نماز کی پابند ہے اور رات کو
وقیامها وحسن صلاتها باللیل	اس کی نماز کا حسن دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں، باپ نے جواب دیا آپ ذرا ٹھہریئے میں اجازت لے لوں، اجازت کے بعد وہ اندر داخل ہوئے اور سب کو گھر سے باہر کر دیا صرف لڑکی رہ گئی۔ حضرت عمرؓ نے تلوار سونت کر کہا کہ جو میں پوچھوں اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دینا، لڑکی نے کہا:

علی رسلك یا امیر المومنین	امیر المومنینؓ آپ مطمئن رہئے خدا کی قسم میں
فوالله لاصدقن۔	سچ ہی کہوں گی۔

پھر بچہ اور اس سے پیار کے متعلق پوچھا تو لڑکی نے جواب دیا:

قصہ یہ ہوا کہ ایک بوڑھی عورت میرے پاس آتی جاتی تھی میں نے اس کو ماں بنا لیا اور ماں ہی کی طرح وہ گھر کا کام کاج دیکھتی رہی۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے کہا کہ میں باہر جانا چاہتی ہوں، میری ایک نوجوان لڑکی ہے جس کا کوئی نگراں نہیں ہے میری واپسی تک آپ اس کو اپنے گھر رکھ لیجئے میں نے منظوری دیدی اور وہ اپنی لڑکی لے آئی۔ لیکن در اصل وہ نوجوان لڑکا تھا جو لڑکی کی حالت وصورت بنائے ہوئے تھا جیسا کہ بعد میں پتہ چلا:

فجمعت الی ابن لها شاب امرد فهیاته	وہ بڑھیا اپنے بیٹے کو لے آئی جو امرد نوجوان
کهیئة الجاریة و انتفی به لا اشك	تھا، اس کی حالت بالکل لڑکی جیسی تھی جس میں
انه جاریة فکان یری منی	شک کی گنجائش نہ تھی، وہ گھر میں بے پردگی کے
ما تری الجاریة من الجاریة۔	ساتھ اسی طرح رہتا تھا جس طرح کوئی لڑکی رہتی ہے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ میں سو رہی تھی وہ بغلگیر ہو گیا، میں نیند میں سمجھ نہ سکی اور فوراً میرے اوپر آ گیا..... ...... اس وقعہ میں اور کچھ نہ کر سکی تو پاس ہی چھری رکھی تھی میں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی لاش راستہ میں پھنکوا دی یہ وہی لاش تھی جس کے قاتل کا آپ کو اب تک پتہ نہیں چل سکا ہے اور یہ اُسی کا بچہ ہے جس سے میں پیار کر رہی تھی۔ میں نے جس جگہ باپ کی لاش پھنکوائی تھی اسی جگہ اس کے بچّہ کو پھنکوا دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ سن کر لڑکی سے فرمایا:۔

صدقتِ بارك الله فیكِ	تو نے سچ کہا اللہ تیری حالت میں برکت دے

اور باپ سے کہا:

بارك الله فی ابنتك فنعم الابنة ابنتك	اللہ آپ کی بیٹی میں برکت عطا فرمائے، آپ کی بیٹی بہترین بیٹی ہے۔

باپ نے جواب میں کہا:

وصلك الله یا امیر المؤمنین وجزاك الله خیراً عن رعیتك۔[1]	اے امیر المومنین اللہ سے آپ کو وصل نصیب ہو اور رعایا کے بارے میں آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس واقعہ سے جس طرح حضرت عمرؓ کے حسن انتظام و رعیت کی نگرانی کا ثبوت ملتا ہے اسی طرح ان کی خداداد فراست و معاملہ رسی کا ثبوت ملتا ہے۔

—(باقی آئندہ)—

---

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلثون ص ۶۹